

شاہ ولی اللہ اور مسئلہ اجتہاد

محمد مظہر تقا

۲

البتہ اس میں تفصیل ہے کہ ان میں سے کس چیز کا کتنا علم ضروری ہے۔

۱۔ کتابے: کتاب میں حسب ذیل امور کا علم ضروری ہے۔

۱۔ صرف آیات احکام کا علم، جن کی تعداد پانچ سو ہے۔ لیکن ان آیات کا حفظ ضروری نہیں، صرف ان آیات کے مواقع کا علم ضروری ہے تاکہ بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع کر سکے۔ ۷

۱۔ مستصفیٰ ج ۲ ص ۲۵۰، التقریر ج ۳ ص ۲۹۲۔ مادوری نے بھی یہی تعداد بتائی ہے (ارشاد ص ۲۵۰)۔ لیکن ابن امیر الحاج لکھتے ہیں کہ یہ تعداد ظاہر کے اعتبار سے ہے۔ یا اس اعتبار سے کہ احکام پر پانچ سو آیات کی دلالت، ذاتی اور ادائی دلالت ہے، ضمنی یا التزامی نہیں (التقریر ج ۳ ص ۲۹۲) بصورت دیگر اس تعداد پر انحصار درست نہ ہوگا، کیونکہ قصص و امثال تک سے احکام کا استخراج ہوتا ہے۔ (ارشاد ص ۲۵۰)۔

۲۔ مستصفیٰ ج ۲ ص ۳۵۰، تلویح ج ۲ ص ۱۱۷۔ بعض کے نزدیک پورے قرآن کا حفظ ضروری ہے، بعض کے نزدیک صرف آیات احکام کا حفظ ضروری ہے اور بعض کے نزدیک حفظ مطلقاً ضروری نہیں (کشف بزروی ج ۴ ص ۱۱۳۵)۔ امام شافعی سے یہ منقول ہے کہ حفظ قرآن ضروری ہے اور بہت سے اہل علم بھی یہی کہتے ہیں (تیسیر ج ۴ ص ۱۸۱)۔

شاہ ولی اللہ اور مسئلہ اجتہاد

محمد مظہر بقا

۲

البتہ اس میں تفصیل ہے کہ ان میں سے کس چیز کا کتنا علم ضروری ہے۔
۱۔ کتاب ہے: کتاب میں حسب ذیل امور کا علم ضروری ہے۔
۱۔ صرف آیات احکام کا علم، جن کی تعداد پانچ سو ہے۔ لیکن ان آیات کا حفظ ضروری نہیں، صرف ان آیات کے مواقع کا علم ضروری ہے تاکہ بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع کر سکے۔ ۷

۱۔ مستصفیٰ ج ۲ ص ۳۵۰، التقریر ج ۳ ص ۲۹۲۔ مادرونی نے بھی یہی تعداد بتائی ہے (ارشاد ص ۲۵۰)۔ لیکن ابن امیر الحاج لکھتے ہیں کہ یہ تعداد ظاہر کے اعتبار سے ہے۔ یا اس اعتبار سے کہ احکام پر پانچ سو آیات کی دلات، ذاتی اور ادائی دلات ہے، تفسنی یا التزامی نہیں (التقریر ج ۳ ص ۲۹۲) بصورت دیگر اس تعداد پر انحصار درست نہ ہوگا، کیونکہ قصص و اشال تک سے احکام کا استخراج ہوتا ہے۔ (ارشاد ص ۲۵۰)۔

۲۔ مستصفیٰ ج ۲ ص ۳۵۰، تلویح ج ۲ ص ۱۱۷۔ بعض کے نزدیک پورے قرآن کا حفظ ضروری ہے، بعض کے نزدیک صرف آیات احکام کا حفظ ضروری ہے اور بعض کے نزدیک حفظ مطلقاً ضروری نہیں (کشف بزروی ج ۲ ص ۱۱۳۵)۔ امام شافعی سے یہ منقول ہے کہ حفظ قرآن ضروری ہے اور بہت سے اہل علم بھی یہی کہتے ہیں (تیسیر ج ۲ ص ۱۸۱)۔

۲- کتاب کے اقسام کا علم، یعنی خاص، عام، مشترک، مجمل اور مفسر وغیرہ کا علم۔

۳- ناسخ و منسوخ کا علم۔

۴- کتاب کے لغوی اور شرعی معانی کا علم۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجتہد مطلق کے لئے قرأت و تفسیر کے اعتبار سے کتاب کا علم ضروری ہے۔ کتاب کے صرف اتنے حصہ کا علم ضروری ہے جو احکام سے متعلق ہے۔ قصص و مواعظ و اخبار کا علم ضروری نہیں۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ پورا قرآن حفظ ہو۔ کتاب کے خاص و عام، مطلق و مقید، مجمل و مبین، ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، کراہت تحریم، اباحت و ندب اور وجوب کا علم بھی ضروری ہے۔

حفظ قرآن کے سلسلہ میں یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ شاہ صاحب کے نزدیک صرف آیات احکام کے علم کی ضرورت ہے حفظ کی ضرورت نہیں۔ ورنہ جس طرح یہ لکھا ہے کہ پورے قرآن کا حفظ ضروری نہیں، یہ بھی لکھتے کہ آیات احکام کا حفظ ضروری ہے۔ لیکن اس کے بجائے صرف یہ لکھا ہے کہ ان کا علم ضروری ہے۔

گویا کتاب کے سلسلہ میں جن چیزوں کے علم کی ضرورت ہے ان کے بارے میں شاہ صاحب کا مسلک اصولیین میں سے جہور کے مسلک کے مطابق ہے۔

۲- سنتے :- سنت کے سلسلہ میں حسب ذیل امور کا علم ضروری ہے۔

۱- صرف احادیث احکام کا علم۔ مواعظ اور احکام آخرت سے متعلق احادیث کا علم ضروری نہیں۔ احادیث احکام کی تعداد بقول ابن عربی

۱- کشف بزودی ج ۲ ص ۱۱۳۵ - ۲- تلویح ج ۲ ص ۱۱۷

۳- ایضاً - ۴- تلویح و کشف بزودی حوالہ جات سابقہ۔

۵- ازالہ ج ۱ ص ۴ - ۶- عقد ص ۸، ۸۵ - الانصاف ص ۷۱

۷- عقد ص ۸ - ۸- ازالہ ج ۲ ص ۲۳ - عقد ص ۸۵

۹- عقد ص ۸۵، ۸ - ۱۰- متصفیٰ ج ۲ ص ۳۵۰

تین ہزار ہے۔ ان احادیث احکام کا حفظ ضروری نہیں، بلکہ اتنا کافی ہے کہ اس کے پاس سنن ابی داؤد یا احمد بیہقی کی معرفت السنن یا احادیث احکام کی جامع کوئی صحیح اصل موجود ہو۔ اور وہ ہر باب کے مواقع جانتا ہو تاکہ بوقت ضرورت مراجعت کر سکے۔ ۱۔

۲۔ متن کی معرفت۔ کہ یہ متواتر ہے یا مشہور یا آحاد۔ صحیح ہے یا حسن یا ضعیف۔ مقبول ہے یا مردود، نیز اس کا علم کہ فلاں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لفظاً مروی ہے، فلاں معنی۔ ۳۔

۳۔ سند کی معرفت۔ یعنی رواۃ کے حالات اور جرح و تعدیل کا علم۔ ۴۔

۱۔ ارشاد ص ۲۵۱۔ ملا جیون نے بھی یہی تعداد لکھی ہے (نور ج ۲ ص ۱۶۹)۔ بعض حضرات احادیث احکام کی تعداد بھی پانچ سو بتاتے ہیں (التقریر ج ۳ ص ۲۹۲)۔ امام احمد سے منقول ہے کہ جب کسی شخص کو پانچ لاکھ احادیث یاد ہوں، تب امید کی جاسکتی ہے کہ وہ فتویٰ دینے کا اہل ہوگا۔ (ایضاً)۔ ابن امیر الحاج لکھتے ہیں کہ یہ قول یا تو احتیاط پر مبنی ہے یا کامل ترین فقہاء کے لئے ہے، ورنہ جتنی احادیث کا علم ضروری ہے، اس کے متعلق خود امام احمد کا قول ہے کہ علم نبوی کا مدار جن اصول احادیث پر ہے ان کی تعداد ایک ہزار دو سو ہونی چاہیے (ایضاً)۔

۲۔ مستصفیٰ ج ۲ ص ۳۵۰۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ اصولیین کی ایک جماعت یہی کہتی ہے۔ لیکن خود علامہ شوکانی کی رائے یہ ہے کہ اس کے پاس اہمات ستہ اور ان کی ملحقات ہونی چاہئیں اور اسے مسانید، مستخرجات اور ان کتب پر بھی اطلاع ہونی چاہیے جن کے مصنفین نے صحت کا التزام کیا ہے (ارشاد ص ۲۵۱)۔

۳۔ تلویح ج ۲ ص ۱۱۷، کشف بزودی ج ۲ ص ۱۱۳۵۔

۴۔ ارشاد ص ۲۵۱۔ ۵۔ مستصفیٰ ج ۲ ص ۳۵۲۔

۶۔ کشف بزودی ج ۲ ص ۱۱۳۵۔ ۷۔ تلویح ج ۲ ص ۱۱۷۔

امام غزالی لکھتے ہیں کہ جس حدیث کو سلف نے بالاتفاق قبول کر لیا ہو یا اس کے روادے کی اہلیت بطریق تواتر ثابت ہو۔ اس کے روادے کی عدالت سے بحث کی ضرورت نہیں۔ اور جو حدیث ایسی نہ ہو، اس کے روادے کی عدالت سے بحث ضروری ہے۔ لیکن اس زمانہ میں یہ کافی ہے کہ کسی ایسے امام عادل کی تعدیل پر اعتماد کر لیا جائے، جس کے متعلق معلوم ہو کہ تعدیل کے بارے میں اس کا مذہب صحیح ہے۔ لہ

بہت سے دوسرے علمائے فن نے بھی اس باب میں امام غزالی سے اتفاق کیا ہے جیسے

۴۔ اس کے لغوی اور شرعی معانی کا علم۔ ۳

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ سنت سے متعلق صرف اتنے حصے کا علم ضروری ہے جس کا

تعلق احکام سے ہے۔ ان کے علاوہ قصص و مواعظ و اخبار کا علم ضروری نہیں۔ ۵

۱۔ مستصفیٰ۔ ج ۲ ص ۳۵۳۔

۲۔ چنانچہ صاحب تلویح لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں چونکہ طول مدت اور کثرت وسائل کی

وجہ سے روادے کے احوال سے بحث تقریباً ناممکن ہے، اس لئے بخاری، مسلم، ابوی اور

صحنانی وغیرہ متمدنہ حدیث کی تعدیل پر اکتفاء کافی ہے (تلویح ج ۲ ص ۱۱۷)۔ ابن السبکی،

ابن امیر الحاج اور محب اللہ نے یہی لکھا ہے۔ البتہ ابن امیر الحاج اور محب اللہ نے کسی متمدنہ امام حدیث

کا نام نہیں لیا اور ابن السبکی نے امام احمد، بخاری اور مسلم کے نام کا ذکر کیا ہے۔ (حجج ج ۲ ص ۳۸۴۔

التقریر ج ۳ ص ۲۹۳، مسلم، فتح فوائج ج ۲ ص ۲۶۲)۔

۳۔ تلویح ج ۲ ص ۱۱۷۔ قواطع میں معرفت سنت کے لئے پانچ شروط مذکور ہیں (۱) طرق کا

علم جس سے کسی حدیث کا متواتر یا آحاد ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (۲) آحاد کے طرق کی صحت

اور اس کے روادے کا علم۔ (۳) اقوال و افعال کے احکام کا علم۔ (۴) ان معانی کا علم

جن سے احتمال منقذی ہے اور ان الفاظ کا حفظ جن میں احتمال پایا جاتا ہے۔ (۵) متعارض

احادیث میں ترجیح کا علم۔ (کشف بزدوی ج ۲ ص ۱۱۳۵)۔

۴۔ عقد، ص ۸، ۸۵، الانصاف ص ۷۱۔ ۵۔ عقد۔ ص ۸۔

یہ ضروری نہیں کہ تمام متفرق احادیث کا تتبع کیا جائے ، بلکہ اگر کسی کے پاس احادیث احکام کی جامع کوئی صحیح کتاب موجود ہو ، مثلاً سنن ترمذی یا نسائی یا مثلاً سنن ابی داؤد تو یہ کتاب کافی ہے ۔ ۱۔

صحیح ، ضعیف ، متواتر ، آحاد ، مرسل ، مسند ، معضل اور منقطع احادیث کا علم بھی ضروری ہے ۔ ۲۔ خاص و عام ، مطلق و مقید ، مجمل و مبین ، ناسخ و منسوخ ، محکم و متشابہ ، کراہت و تحریم ، اباحت و نذہب اور وجوب کا علم بھی ضروری ہے ۔ ۳۔ اسانید کا علم اور رواۃ کی جرح و تعدیل کا علم ، جس حدیث کو سلف نے متفقہ طور پر قبول کر لیا ہو یا اس کے رواۃ کی عدالت بطریق تواتر ثابت ہو ، اس کے رواۃ کی عدالت سے بحث ضروری نہیں ۔ البتہ جو احادیث ایسی نہیں ان کے رواۃ کی عدالت سے بحث ضروری ہے ۔ ۴۔

اس کا علم بھی ضروری ہے کہ کتاب کی سنت پر اور سنت کی کتاب پر کس طرح ترتیب ہوتی ہے تاکہ اگر کوئی حدیث ایسی نظر آئے جو بظاہر کتاب کے موافق نہ ہو تو اس کا محمل معلوم ہو سکے ، کیونکہ سنت دراصل کتاب کا بیان ہے اور وہ کبھی کتاب کے خلاف نہیں ہو سکتی ۔ ۵۔ مختلفین کے درمیان وجہ تطبیق کا علم بھی مجتہد کے لئے ضروری ہے ۔ گویا سنت کے بارے میں مجتہد کے لئے جن چند چیزوں کا علم ضروری ہے ، ان کے بارے میں شاہ صاحب کے یہاں جمہور کے خلاف کوئی بات نہیں ۔

۲۔ عقد ، ص ۸۰ ، ۸۱

۱۔ عقد ، ص ۸۶

۲۔ عقد ، ص ۸۵

۳۔ ایضاً -

۵۔ عقد ، ص ۸۶

۶۔ عقد ، ص ۸۰ - ابن السبکی نے بھی "تقدیم ما یجب تقدیہ و تعیین ما یتعین تاخیرہ"

کو مجتہد کے لئے شرط قرار دیا ہے ۔ (ابہاج ج ۲ ص ۱۷۵)

۷۔ عقد ، ص ۸۶

۳۔ اجماع: اجماع کے سلسلہ میں اتنی بات تو متفق علیہ ہے کہ مجتہد مطلق کے لئے مواضع اجماع کا علم ضروری ہے۔ تاکہ کسی موقع پر اجماع کے خلاف فتویٰ نہ دے دے۔ لیکن امام شافعی نے مواضع خلاف کا علم بھی ضروری قرار دیا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اجماع و خلاف کے تمام مواقع کا علم ضروری نہیں۔ بلکہ صرف اتنا جان لینا کافی ہے کہ اس کا فتویٰ اجماع کے مخالف نہیں ہے اور اس کی معرفت دو طریقوں سے ہو سکتی ہے۔ یا تو یہ دیکھ لے کہ اس کا فتویٰ کسی مذہب کے موافق ہے یا یہ یقین کر لے کہ یہ مسئلہ اسی کے زمانہ کی پیداوار ہے اور سابق اہل اجماع کو اس پر غور کرنے کا موقع ہی نہ تھا۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ مجتہد مطلق کے لئے شرط ہے کہ اسے مسائل میں سلف کے اقوال کا علم ہو کہ کن امور میں ان کا اجماع ہے، کن امور میں اختلاف ہے، تاکہ اجماع سے تجاوز کرنے یا جہ مسائل میں اختلاف کی دو صورتیں ہوں، ان میں تیسرا قول اختیار کرنے کی نوبت نہ آئے۔

اجماع و اختلاف کے تمام مواقع کا ضبط ضروری نہیں بلکہ صرف اس قدر جان لینا کافی ہے کہ جس مسئلہ میں حکم لگایا جا رہا ہے وہ اجماع کے مخالف نہیں باقی طور کہ اسے معلوم ہو کہ اس کا قول بعض متقدمین کے قول کے موافق ہے یا اسے حکمان غالب ہو کہ سلف نے اس پر کوئی گفتگو نہیں کی بلکہ یہ مسئلہ صرف اس کے زمانہ میں پیدا ہوا ہے۔

صحابہ و تابعین کے اقوال میں سے صرف ان اقوال کا علم ضروری ہے جو احکام سے متعلق ہوں اور فقہائے امت کے فتاویٰ میں سے ایک کثیر حصہ کا علم ہونا چاہیے تاکہ حکم میں ان کے اقوال کی مخالفت نہ ہو۔ اور خرق اجماع کا موقع نہ آئے۔

۱۔ ابوزہرہ، اصول فقہ، ص ۳۶۹۔ ۲۔ ارشاد، ص ۲۵۱۔

۳۔ ابوزہرہ، حوالہ سابقہ۔ ۴۔ مستصفیٰ ج ۲ ص ۲۵۱۔

۵۔ عقد، ص ۸۶، ۸۵ بحوالہ انوار، ازالہ ج ۱ ص ۴۔

۶۔ ازالہ حوالہ سابقہ۔ ۷۔ عقد، ص ۸۶ بحوالہ انوار۔

۸۔ عقد، ص ۹ بحوالہ بغوی۔

بنوی نے جن کے حوالہ سے شاہ صاحب نے یہ تمام شرائط بیان کی ہیں مجتہد مطلق کے لئے مواضع
اجماع کی معرفت کو شرط قرار دینے کے بجائے اقوال سلف اور مواضع اجماع و خلاف کی معرفت
کو شرط قرار دیا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ لغوی نے اور ان کے حوالہ سے شاہ صاحب نے یہ
بات محض امام شافعی کی اتباع میں کہی ہے ورنہ عام طور پر مواضع اجماع کے علم کو ضروری
قرار دیا جاتا ہے۔ بہر حال اتنی بات تو یقینی ہے کہ مجتہد کے لئے معرفت اجماع کے شرط ہونے
سے شاہ صاحب کو بھی اتفاق ہے۔

۴۔ قیاس سے: قیاس، اس کے شرائط، اس کے احکام، اس کے اقسام اور مقبول اور
مردود قیاس کا علم بھی مجتہد مطلق کے لئے ضروری ہے تاکہ صحیح استنباط کر سکے۔^۱
شاہ صاحب بھی فرماتے ہیں کہ مجتہد مطلق کے لئے قیاس جلی اور غشی کا علم اس طرح
پر ضروری ہے کہ صحیح اور فاسد قیاس میں فرق کر سکے۔^۲ طرق استنباط کا علم بھی اس کے
لئے ضروری ہے۔^۳

۵۔ علم عربیت سے: صرف، نحو، لغت، معانی اور بیان یہ تمام علوم، علوم عربیت میں
شامل ہیں اور بعض حضرات نے مجتہد کے لئے ان تمام علوم کا علم ضروری قرار دیا ہے۔^۴ لیکن عام
طور پر مجتہد کے لئے لغت اور نحو کا علم ضروری قرار دیا جاتا ہے۔^۵
لغت اور نحو کا اتنا علم ضروری ہے کہ عرب کے خطاب اور ان کے ادضاع و عادات

۱۔ تلویح، ج ۲ ص ۱۱۷۔ بعض حضرات قیاس کے بجائے اصول فقہ کی معرفت کو مجتہد مطلق
کے لئے شرط قرار دیتے ہیں مثلاً صاحب مسلم (مح فوائح ج ۲ ص ۲۶۲) اور شوکانی
(ارشاد ص ۲۵۷)۔ لیکن علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ معرفت قیاس بلاشبہ شرط ہے مگر
چونکہ یہ اصول فقہ ہی کا ایک باب ہے اس لئے اس کے تحت آجاتا ہے۔

۲۔ عقد، ص ۸۶ بحوالہ الوار۔ ۳۔ ازالہ، ج ۱ ص ۴۔

۴۔ تلویح، ج ۲ ص ۱۱۷، غایۃ الوصول، ص ۱۴۸۔ ۵۔ مستصفیٰ، ج ۷ ص ۳۵۲، آمدی، ج ۲ ص ۱۳۹۔

۶۔ بنانی لکھتے ہیں "العربیۃ تطلق علی اثنی عشر علماً" (حاشیہ جمع ج ۲ ص ۲۸۳)۔

کو سمجھ سکے۔ یعنی صریح ظاہر، مجمل، حقیقت، مجاز، عام، خاص، محکم، متشابہ، مطلق، مقید، نص، ضحوی، لحن، مفہوم، مفرد، مرکب، کلی، جزئی، قواطع، اشتراک، تواف، تباین، منطوق، اقتضاد، اشارہ، تشبیہ اور ایماہ وغیرہ کو سمجھ سکے۔ لغت میں اصحیٰ اور نحو میں خلیل و میرد ہونا ضروری نہیں۔

لغت اور نحو میں گو مجتہد کا اصحیٰ اور خلیل اور میرد جیسے ائمہ فن کا ہم پایہ ہونا ضروری نہ ہو، تاہم جن چیزوں کا جاننا اس کے لئے ضروری بتایا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان علوم میں اسے اجتہاد، دقت نظر اور تبحر حاصل ہونا چاہیے۔ چنانچہ علامہ شاطبی لکھتے ہیں کہ فہم عربیت کے تین مراتب ہوتے ہیں۔ مبتدی کا فہم۔ متوسط کا فہم اور منتہی کا فہم۔ جو فہم عربیت میں مبتدی ہو گا وہ فہم شریعت میں بھی مبتدی ہو گا۔ اور جو فہم عربیت میں متوسط ہو گا وہ فہم شریعت میں بھی متوسط ہو گا اور جو فہم عربیت میں منتہی ہو گا وہ فہم شریعت میں بھی منتہی ہو گا۔ جب تک کوئی شخص فہم عربیت اور فہم شریعت میں منتہی نہ ہو اس میں تصور ہو گا اور قاصر کی بات حجت نہیں ہوتی۔

علامہ شاطبی مزید لکھتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک شریعت میں مجتہد نہیں ہو سکتا جب تک کلام عرب میں اس طرح کا مجتہد نہ ہو جائے کہ خطاب عرب کا فہم اس کے لئے بے تکلف و صفا بن جائے۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ اسے یہ چیزیں حفظ ہوں بلکہ اتنا کافی ہے کہ اسے ائمہ فن کی کتابوں سے استخراج پر قدرت ہو۔

۱۔ مستصفیٰ، ج ۲ ص ۳۵۲، آمدی، ج ۳ ص ۱۳۹۔

۲۔ مستصفیٰ، حوالہ سابقہ۔ ۳۔ آمدی، حوالہ سابقہ۔ ۴۔ ایضاً۔

۵۔ شاطبی، موافقات، ج ۲ ص ۶۱۔ البرزہ، اصول فقہ، ص ۳۶۶۔

۶۔ موافقات، ج ۲ ص ۶۰۔ ۷۔ موافقات، ج ۲ ص ۶۲۔

۸۔ ارشاد، ص ۲۵۱۔ امام شافعی کا قول ہے کہ ہر مسلمان کے لئے اتنی عربی جانتا (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مجتہد مطلق کے لئے نحو اور لغت وغیرہ کے اعتبار سے علم عربیت ضروری ہے۔ لیکن لغت صرف اتنی جاننا ضروری ہے جو احکام کے سلسلہ میں کتاب و سنت میں استعمال ہوئی ہے، اور معرفت لغت میں اسے اتنی محنت کرنی چاہیے کہ مواقع اور احوال کے اختلاف سے اہل عرب کے کلام کی مراد میں جو اختلاف ہو جایا کرتا ہے، وہ اس کی سمجھ میں آجائے۔ اس لئے کہ خطاب عربی زبان میں ہے اور جو شخص عربی زبان نہ جانے وہ شارع کی مراد سے واقف نہیں ہو سکتا۔ ۷

مجتہد مطلق کے لئے ان پانچ شرائط کا ذکر کرنے کے بعد شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ان علوم کے بڑے حصہ کو جان لینا کافی ہے۔ لیکن اس تبحر کے ساتھ جاننا ضروری نہیں کہ ایک چیز بھی اس سے چھوٹنے نہ پائے۔ البتہ اگر ان میں سے کوئی نوع اسے معلوم نہ ہو تو وہ مجتہد نہیں بن سکتا۔ پھر اس کا کام تقلید کرنا ہے۔ ۷

(بقیہ حاشیہ) فرض ہے جس سے وہ فرض کی ادائیگی کر سکے۔ اور ماوردی کہتے ہیں کہ عربی زبان

کا جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ مجتہد ہو یا نہ ہو۔ (ایضاً)

۱- انزال، ج ۱ ص ۴- ۷- عقد، ص ۸- ۹ بحوالہ بغوی۔

۳- عقد، ص ۹ بحوالہ بغوی۔ امام غزالی لکھتے ہیں: المجتہد المطلق علی مدارک الادلۃ القادر علی

الاستقصاء کا ذی یقدر علی التردد فی بیئہ لطلب متاع اذا قتش و بالغ امکانہ ان یقطع

ثبفی المتاع او یدعی غلبۃ الظن۔ اما الاعلی الذی لا یعرف البیت ولا یمسر ما فیہ، فلیس

لہ ان یدعی نفی المتاع من البیت۔ (مستصفی، ج ۱ ص ۲۲۱)۔